بہشت ولایت

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی

قرآن مجید کی آیتوں میں تدبر اور ولایت کے سلسلے میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کی جد و جہد کے مطالعہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ ولایت کے کئی پہلو اور مختلف رخ ہیں۔ ایک رخ یہ ہے کہ مسلم معاشرہ کو بیرونی عناصر سے وابستہ اور جڑا ہوا نہیں ہونا چاہئے، غیر مسلموں سے پیوستہ و مربوط نہیں ہونا چاہئے۔ وابستہ اور جڑا نہ ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسلم معاشروں کو غیر مسلموں سے کسی قسم کا تعلق و ارابطہ ہی برقرار نہیں رکھنا چاہئے، اس کا مطلب، سیاسی و اقتصادی طور پر گوشہ نشینی اور دنیا سے کٹ جانا نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ مسلم معاشرہ اغیار سے وابستہ اور ان کا دست نگر نہ رہے ان کے اشاروں کا پابند نہ رہے، خود اپنے پیروں پر کھڑا ہو۔ یعنی آزاد وخود کفیل ہو۔

ولایت کا ایک دوسرا رخ، مسلم عناصر کے درمیان اتحاد و یگانگت اور ایک دوسرے سے جڑا ہونا ہے، اسلامی معاشرہ کی یک جہتی ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ہے:

''مثل المومنین فی توادّھم وتراحمھم کمثل الجسد اذا اشتکی بعضھم تداعی سائرھم بالسھر والحمیٰ'' (نہج الفصاحۃ، شمارہ۔ ۲۷۱۲ ص ۵۶۱)

مومنوں کی مثال اس پیکر واحد کی ہے کہ جب کسی عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارے اعضاء بے چین ہوجاتے ہیں اور اس کی تکلیف دور کرنے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔

مومنوں کو آپس میں ایسے ہی ایک دوسرے سے جڑا ہونا چاہئے۔ ان کا آپسی رشتہ اتنا ہی مستحکم ہونا چاہئے۔ ان کی اکائی اتنی مضبوط ہونی چاہئے کہ بیرونی حملہ آوروں اور دشمنوں کے مقابلہ میں ید واحد ثابت ہوں جیسا کہ اس آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے **''اذلّة علی المومنین اعزّة علی الکافرین۔**

''مومنوں کے سامنے فروتن مگر کافروں کے مقابلے میں سرفراز ہیں۔'' (مائدہ آیت ۵۴)

قرآن مجید کی ایک دوسری آیت اس حقیقت کو اور بھی زیادہ واضح انداز میں بیان کرتی ہے۔ **محمدٌ رسول اللہ والّذین معہ اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم۔**

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافروں کے لئے بہت سخت مگر آپس میں نہایت مہربان ہیں۔'' (فتح آیت ۲۹)

جب آپ انھیں بیرونی محاذ پر اغیار کے مقابل دیکھیں گے تو ان سے زیادہ ثابت قدم، مستحکم، خلل ناپذیر اور سخت کوئی چیز نظر نہ آئے گی لیکن وہ آپس میں انتہائی شفیق

ومہربان ہیں کیوں کہ ان کے درمیان کسی قسم کی محاذ آرائی نہیں ہے۔ عظیم اسلامی پیکر کے اعضاء آپس میں تاثر ناپذیر نہیں ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اثرپذیر ہیں، اعضا ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کو خیر ونیکی کی طرف جذب کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو حق کی زیادہ سے زیادہ پیروی کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ فتنہ وفساد اور شر وباطل کے مقابل ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتے ہیں ایک دوسرے کی حفاظت کا خیال رکھتے ہیں۔ کوہ پیماؤں کی طرح ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں ایک دوسرے کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں۔ تجربہ کار ناتجربہ کار کی، قوی، ضعیف کی دست گیری کرتا ہے۔ قافلہ سے بچھڑے ہوئے ضعیف وناتواں کو آگے بڑھانے کے لئے سب مل جل کر مدد کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ولایت سے مالا مال، اسلامی معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جس کے افراد کے درمیان اخوت ومحبت اور الفت وصمیمیت کی حکمرانی ہوتی ہے۔ یہ بھی ولایت کا ایک رخ ہے۔

اسلامی معاشرہ میں ولی کی ضرورت

ولایت کا ایک اور رخ جو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بلکہ تمام پہلوؤں سے زیادہ اہم ہے نیز گزشتہ مفہوم کی حامل ولایت کی بقاء کا ضامن ہے، وہ معاشرہ کے اندر ایک مضبوط ومقتدر قیادت کا وجود ہے۔ کیوں کہ اسلامی معاشرہ ایک متحد پیکر کی حیثیت رکھتا ہے جسے اندرونی طور پر بھی ایک دوسرے سے وابستہ اور جڑا ہونا چاہئے اور بیرونی محاذ پر متحد ویک جہت ہوکر دشمنوں کے مقابل یدِ واحد کی طرح برسرِ پیکار رہنا چاہئے۔ یہ اتحاد ویک جہتی اسی وقت ممکن ہے جب ایک مضبوط ومتحدہ قیادت موجود ہو جو اِن بکھری ہوئی اکائیوں کو ایک دوسرے سے جوڑ سکے۔ اگر متحدہ قیادت کے بجائے، اسلامی معاشرہ کی مختلف اکائیوں پر مختلف افراد کی حکمرانی ہو، کوئی کسی خطہ پر قابض ہو اور کوئی کسی علاقہ پر فرماں روائی کر رہا ہو تو اس پیکر کے اعضاء بکھر جائیں گے ٹکڑیوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک راستہ پر اور مقصد واحد کی طرف گامزن نہ رہ سکیں گے۔ اگر انسانی پیکر کا انتظام چلانے والے اعصابی نظام پر دو الگ الگ عناصر کی فرماں روائی ہو، ایک جسم کے داہنی طرف مستقر ہو اور دوسرا بائیں طرف، ایسی صورت میں کسی کام کی بجا آوری کے سلسلے میں دائیں اور بائیں طرف کی اکائیوں میں ہم آہنگی اور تال میل برقرار نہ ہو سکے گا۔ فرض کیجئے انسان کوئی وزنی پتھر اُٹھانا چاہتا ہے داہنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے لیکن بایاں ہاتھ اپنے کو پیچھے کھینچ لیتا ہے اور کسی بھی قیمت پر بوجھ اُٹھانے کو تیار نہیں ہوتا۔ پس اگر انسان کے اعصابی نظام پر دو قوتوں کی فرماں روائی ہوگی تو بدن کا نظام مفلوج ومختل ہو جائے گا اور انسان کسی کام کی بجا آوری یا کسی دشمن کو دفع کرتے وقت مضحکہ خیز صورت اختیار کر لے گا اور دشمن کے مقابلہ میں عاجز وناتواں ہو کر سپر انداختہ ہو جائے گا۔

اسلامی معاشرہ بھی اگر اپنے دشمنوں کو بروقت دفع کرنا چاہتا ہے۔ ان کے خلاف معرکہ آرائی میں کامیاب وسرخرو ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ایک متحدہ قیادت کی ضرورت

ہے۔اسلامی معاشرہ کی تمام اکائیاں اسی کے زیرفرمان ہوں۔ تاکہ تمام اسلامی طاقتیں بھرپور تال میل کے ساتھ دشمن پر کاری ضرب لگائیں ایسا نہ ہو کہ ہر اکائی اپنی اپنی مرضی اوراپنی اپنی خواہش کے مطابق عمل کرے ایسی صورت میں دشمن اپنی سازش کے ذریعہ سب کو نابود کردے گا۔تمام طاقتوں کے پیراُکھڑ جائیں گے۔تاریخ اسلام ایسے واقعات اور تلخ تجربات سے لبریز ہے جہاں قیادت میں اختلاف وافراتفری کے باعث مسلمانوں کوشرم ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

اگر اسلامی معاشرہ، بروقت اپنے مفادات کے حصول اور ضرر وزیان سے بچنا چاہتا ہے تو اسے آپس میں شفیق ومہربان، ہم درد وہم نوا اور دشمن کے مقابلہ میں ید واحد ہونا چاہئے۔اس اندرونی میل ملاپ نیز بیرونی اتحاد و یک جہتی کے لئے ایک متحدہ قیادت کی اطاعت وفرماں برداری ضروری ہے۔ تاکہ تمام قوتیں، تمام عناصر اپنی تمام سرگرمیوں کے لئے ایک مرکز سے احکام حاصل کریں ان کے درمیان ایک ہی پالیسی کا رواج ہو، دوست نوازی اور دشمن کوبی کا سبق ایک ہی مرکز سے حاصل کیا جائے۔

اسلامی معاشرہ کا وہ مرکز جو تمام دھڑوں اور گروہوں کے درمیان تال میل پیدا کرسکتا ہے اور ہر شخص کو اس کے لائق کام پر لگا سکتا ہے۔ٹکراؤ اور اختلافات سے بچا کر تمام طاقتوں کی ایک سمت میں ہدایت کرسکتا ہے اسے خدا کی جانب سے معین ہونا چاہئے اسے عالم وآگاہ ہونا چاہئے، اسے گناہ ولغزش سے محفوظ ہونا چاہئے، اسے اسلام کے تمام تعمیری عناصر کا آئینہ دار ہونا چاہئے اسے قرآن کا مظہر ہونا چاہئے ایسے شخص اور مرکز کو ہماری اسلامی ثقافت میں ''ولی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

پیروولایت کون؟

اس مسئلہ کے بعد یہ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا ہم واقعتا ولایت پرایمان رکھتے ہیں؟ کیا ہمارا دامن ولایت سے مالا مال ہے؟ ہوسکتا ہے ہم فردی طور پر ولایت سے بہرہ مند ہوں لیکن کیا ہمارا معاشرہ بھی مجموعی طور سے پیرو ولایت ہے؟ ممکن ہے کہ یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا فرد اور معاشرہ دو الگ چیزیں ہیں اوران دونوں میں فرق ہے؟ جی ہاں! کسی ایک عضو کے صحیح وسالم ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ پورا بدن صحیح وسالم ہے۔علاوہ ازایں اگر کوئی صحیح وسالم عضو کسی بیمار بدن سے تعلق رکھتا ہو تو اس میں کسی سالم عضو کے تمام محسنات بھی نہیں پائے جاسکتے۔

پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ پیرو ولایت انسان کیسا ہوتا ہے اس کے بغیر ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ہم ولایت سے بہرہ مند ہیں یا نہیں؟ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ فردی طور پر ہمارا دامن نعمتِ ولایت سے مالا مال ہے پھر یہ دیکھیں گے کہ ولایت سے بہرہ مند معاشرہ کو کیسا ہونا چاہئے؟ یہ ممکن ہے کہ ولایت سے بہرہ مند ایک انسان ولایت سے محروم معاشرہ میں زندگی بسر کررہا ہو لیکن کیا انسان کا خود انفرادی طور پر حامل ولایت ہونا ہی کافی ہے۔ اس کی ذمہ داری

یہیں پر ختم ہوجاتی ہے؟ کیا معاشرہ کی ولایت سے محرومی کے سلسلے میں اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اسے اپنی اس ذمہ داری کا احساس نہیں کرنا چاہئے؟ کیا معاشرہ میں ولایت کے فقدان کے تعلق سے اس کی بے حسی خود اس کے عقیدۂ ولایت کو نقصان نہیں پہونچائے گی؟ یہ وہ مسائل ہیں جن پر تمام مسلمان خصوصاً جوانوں کو غور وخوض کرنا چاہئے۔

میں یہاں بعض مسائل کی طرف اشارہ کررہا ہوں تاکہ آپ قرآن وحدیث کی بیان کردہ ولایت اور احساس فرض سے گریزاں، کاہل وسست افراد کی خیالی ولایت کے درمیان فرق محسوس کرسکیں۔

کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ پیرو ولایت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اہل بیت علیہم السلام کا نام لیا جائے تو اس کے آگے علیہ السلام کا اضافہ کردیا جائے ان کے زعم میں ولایت کا معنی یہ ہے کہ بس اہل بیتؑ کی محبت دل میں موجود ہو۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ اہل بیتؑ کی محبت واجب ہے، ان کا نام، عزت واحترام کے ساتھ لینا فرض ہے، ان کے نام سے مجلسیں بپا کرنا، ان کی خوشی ومسرت، غم واندوہ سے درس لینا، ان کے غم میں سوگ منانا، ان کی خوشی میں خوش ہونا، ان کی عظمتوں، ان کی شہادتوں اور ان کی مظلومیتوں پر رونا، آنسو بہانا ضروری ولازم ہے لیکن ولایت صرف یہی نہیں ہے۔ ولایت کا مفہوم ان چیزوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ سید الشہداء علیہم السلام کی مجلس میں آنسو بہانا، مستحسن عمل ہے۔ لیکن اس اشک ریزی کو ولایت کے لئے کافی نہیں سمجھنا چاہئے دشمنوں کے پروپگنڈوں سے متاثر افراد اچھی طرح سے غور کریں تاکہ بعد میں یہ نہ کہا جاسکے کہ کوئی شید الشہدا پر رونے کا مخالف ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ پر گریہ وبکا ایک قوم کو نجات دلا سکتا ہے، اس کی سَرنوشت بدل سکتا ہے۔ جس طرح سے توابین نے امام حسینؑ کی قبر پر ۲۴ رگھنٹہ یا ۴۸ رگھنٹہ یا تین دن تک گریا وبکا کیا۔ اس گریہ وبکا اور ان آنسوؤں کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے موت وخون کا عہد باندھا کہ ہم میدان جنگ میں جامریں گے اور زندہ واپس نہ لوٹیں گے۔ یہ ہے حسین کا ماتم اور یہ ہے آپؑ پر گریہ وبکا۔ اس کا کوئی مخالف نہیں ہے۔ امام حسینؑ اور امیر المومنینؑ کا نام عزت واحترام کے ساتھ لینے کا کوئی مخالف نہیں ہے۔ جو شخص بھی ان ذوات مقدسہ کی معرفت رکھتا ہوگا وہ عظمت واحترام سے ان کا نام لینے کا قائل ہوگا۔ یہ وہ خاندان ہے جس کی میراث شہادت اور جس کی عزیز ترین یادگار۔ خدا کی راہ میں فداکاری وجانبازی ہے۔ اس کا سارا وجود، صرف اور صرف خدا کے لئے وقف ہے۔ ایسے خاندان کو عزت واحترام کے ساتھ یاد کرنا ہر انسان کا فریضہ ہے۔ اس کا شیعہ ہونے یا نہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے کہ آپ یورپ، امریکہ، کسی بھی کفرستان میں جاکر ان کے سامنے علی ابن ابی طالبؑ جیسی ہستیوں کے واقعات بیان کیجئے، سارے انسان ان کی عظمتوں کے آگے سر جھکادیں گے۔ انھیں عظمت واحترام کے ساتھ یاد کریں گے۔ یہ صرف شیعوں سے مخصوص نہیں ہے جو کچھ لوگ تصور کرتے ہیں کہ ولایت سے صرف یہی مراد ہے۔ البتہ یہ صرف ایک شعبہ

اور گوشہ ہے اس ولایت کا جو انسان کو بہشت میں لے جائے گی۔

کچھ لوگ جہالت و نادانی کے باعث امام حسینؑ پر گریہ وبکا اور ولایت و تشیع کے سطحی مسائل کو پیش کر کے ولایت کو ان ہی مسائل میں محدود و منحصر کر دیتے ہیں اور تعجب کا مقام ہے کہ ان ہی باتوں کے سہارے وہ ولایت شناسوں اور حاملین ولایت کو سرکوب کرتے ہیں۔

کسی انسان کے پیرو ولایت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فکر و عملی طور پر اپنے ولی سے جڑا ہوا ہو اور اس وابستگی میں دن و دن اضافہ ہوتا رہے۔

پہلے ولی کو تلاش کرو، اسے پہچانو، اسلامی معاشرہ کے حقیقی ولی کو مشخص کرو اور پھر فکر و عمل، خصائص و خصوصیات نیز راہ و رسم کے لحاظ سے خود کو اس ولی سے وابستہ کر لو، اس سے جُڑ جانے کی کوشش کرو، اس کے نقشِ قدم پر اس طرح آگے بڑھو کہ تمہاری سعی و کوشش اس کی سعی و کوشش ہو۔ تمہارا جہاد اس کا جہاد ہو، تمہاری دوستی اس کی دوستی ہو، تمہاری دشمنی اس کی دشمنی ہو، تمہاری محاذ آرائی اس کی محاذ آرائی ہو۔ بس ایسے انسان کو حامل ولایت اور نعمت ولایت سے مالا مال کہا جا سکتا ہے۔

لیکن ہم نے ولایت کو محدود و منحصر کر لیا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ ولایت صرف یہ ہے کہ دل میں مہر علیؑ ہو اور آنکھوں میں آپ کی مظلومیت کے لئے آنسو کے قطرے۔ حالاں کہ ہمارا عمل علیؑ کے عمل کے سراسر خلاف ہے، ہمارا طرز فکر، علوی طرزِ فکر سے کوسوں دور ہے۔ ہم نے ولایت کو افسانہ اور خرافات کی شکل دے رکھی ہے۔ ہم نے اپنے دل کو یہ کہہ کر خوش کر لیا ہے کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی ولایت سے مالا مال ہیں اور حضرتؑ کے چاہنے والوں کو ملنے والے تمام اجر و ثواب کے ہم بھی حق دار ہیں۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ یہ امیر المومنین کے حق میں ظلم و جفا ہے۔ یہ اسلام کے حق میں عظیم ظلم ہے۔ کیوں کہ ولایت اسلام کی ہے۔ امام صادقؑ، ولایت کو عمل سے جدا نہیں سمجھتے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں: باعمل انسان ہی ہمارا دوست ہے۔ بے عمل ہمارا دشمن ہے امام صادقؑ کی نظر میں ولایت اس مفہوم سے یکسر مختلف ہے جو امام صادقؑ کا نام لیوا جاہل پیش کرتا ہے۔ ہمیں ولایت کے مفہوم کو پوری گہرائی اور باریکی کے ساتھ سمجھنا چاہئے ورنہ جنت کی آرزو میں پوری عمر کٹ جائے گی اور دمِ واپسیں جنت کا کہیں دور دور تک نام و نشان نہ ہوگا۔

معاشرہ میں ولایت

یہ ساری گفتگو فرد اور اس کے پیرو ولایت ہونے کے سلسلے میں تھی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ پیرو ولایت، معاشرہ کیسا ہوتا ہے؟ وہ معاشرہ پیرو ولایت کہلانے کا مستحق ہے۔ جو اپنے ولی کی معرفت اور پہچان رکھتا ہو اس کی تمام تحریکیں، سرگرمیاں، جد و جہد اسی ولی کے احکام و فرامین اور نظریات کا پرتو ہوں۔ تمام طاقتیں اسی کے اشارے پر سرگرم عمل ہوں، کاروان زندگی کا وہی قافلہ سالار ہو، قیام و قعود، جنگ و صلح، امر و نہی سب کچھ اسی کے اختیار میں ہو۔ ایسے معاشرہ کو ولایت سے بہرہ مند معاشرہ کہا جا سکتا ہے۔

پیغمبرؐ اسلام کی رحلت کے بعد ۲۵ رسال تک معاشرہ کی باگ ڈور امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں نہیں تھی لہٰذا پیغمبرؐ

کے بعد ۲۵ ؍سال تک اسلامی معاشرہ نعمتِ ولایت سے محروم تھا۔ البتہ اس معاشرہ میں پیروولایت افراد موجود تھے، ابوذر پیروولایت تھے، مقداد حامل ولایت تھے، کچھ دوسرے افراد، ولایت سے بہرہ مند تھے لیکن معاشرہ، ولایت سے بے بہرہ تھا۔ جب ۲۵ ؍سال بعد اسلامی معاشرہ کی حکومت امیرالمومنینؑ کے ہاتھوں میں آئی اس وقت معاشرہ نعمتِ ولایت سے مالا مال ہوا۔ جب معاشرہ میں امرونہی کا مالک امام ہوتا ہے، جب تمام امور کا ذمہ دار امام ہوتا ہے، جب عملی طور پر معاشرہ کا نظم ونسق سنبھالتا ہے، جب جنگ کا پرچم امام بلند کرتا ہے، جب حملہ کا حکم امام دیتا ہے، جب صلح کا معاہدہ امام لکھتا ہے، اس وقت معاشرہ، حامل ولایت کہلانے کے لائق ہوتا ہے ورنہ وہ معاشرہ ولایت سے عاری و بے بہرہ ہوگا۔

اگر آپ کا معاشرہ نعمت ولایت سے مالا مال ہے تو خدا کا شکرادا کیجئے کیوں کہ ولایت سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہے اور اگر اس نعمت سے محروم ہیں تو اسے حاصل کرنے کی کوشش کیجئے۔ علیؑ پسند زندگی بسر کرنے کی کوشش کیجئے، علیؑ ولی خدا ہیں، اپنے اور علیؑ کے درمیان رابطہ برقرار کرنے کی کوشش کیجئے۔ اس کے لئے جدوجہد، سعی وعمل کی ضرورت ہے، جہاد ومجاہدت کی ضرورت ہے، مصائب وآلام جھیلنے کی ضرورت ہے، امیرالمومنین کی شہادت کے بعد سے تمام ائمہ اسلامی معاشرہ میں ولایت کو زندہ کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہے ہیں تاکہ اس چمنستان دنیا میں لگائے گئے انسان نامی پودے کی ولایت کے حیات آفریں وجانفزا گوارا پانی سے سینچائی کرکے اسے پروان چڑھائیں۔ ائمہ کی تمام تحریکوں کا نچوڑ اور ماحصل یہی تھا۔ ہمیں بھی اپنے معاشرہ میں ولایت کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے، معاشرہ کی باگ ڈور، ولی اسلام کے سپرد کرنے کے لئے کوشاں رہنا چاہئے۔

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ ولی اسلام کبھی علیؑ بن ابی طالب، حسن بن علیؑ، حسین بن علیؑ ــــــــ مہدی آخرالزماں تک نام بنام معین ومشخص ہوتا ہے اور کبھی نام بنام معین نہیں ہوتا بلکہ اس کے اوصاف، ولی خدا کی زبانی بیان کردیئے جاتے ہیں کہ جس کسی میں یہ اوصاف پائے جائیں گے وہی ولی خدا ہوگا۔ جیسا کہ معصومؑ کا ارشاد ہے:

امامن کان من الفقهاء صائنا لنفسه حافظا لدینه مخالفا علی هواه مطیعاً لامر مولاه ــــــــ

''علمائے دین اور ماہرین فقیہ میں سے جو شخص اپنی نفسانی خواہشات پر قابو رکھتا ہو، دین خدا کا محافظ ہو، اپنی ہواوہوس کا مخالف ہو، احکام خدا کا مطیع وفرماں بردار ہو۔''

(وسائل الشیعہ، ج۱۸ ص ۹۵)

ان اوصاف کے ذریعہ اسلامی معاشرہ کے ولی کی نشان دہی کی گئی ہے۔ یہ ولی بھی خدا کی جانب سے مقرر ہوا ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلی قسم کے ولی نام بنام معین کئے گئے ہیں لیکن اس دوسری قسم میں صرف اوصاف وخصوصیات بیان ہوئے ہیں۔ مصداق تلاش کرنا ہماری ذمہ داری ہے، جب انسان، معاشرہ میں الٰہی احکام اور اسلامی قوانین کو حکم ولایت کے مطابق نافذ

کرنے کا عزم کرلے گا تو اس کے راستے بھی تلاش کرلے گا۔

ولایت سے مالا مال ہوجانے کا والا معاشرہ اس مردہ کے مانند ہے جس میں جان آجائے۔ آپ زمین پر پڑے ہوئے بے جان مردہ کو نظروں کے سامنے مجسم کیجئے۔ مغز ہے لیکن سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ آنکھیں ہیں مگر دیکھ نہیں سکتیں، دہن ہے مگر غذا کو نگل نہیں سکتا۔ معدہ، جگر اور نظام ہاضمہ موجود ہے مگر کھانا ہضم نہیں کرسکتا۔ رگوں میں خون موجود ہے مگر گردش نہیں کرسکتا۔ ہاتھ موجود ہیں مگر ایک چھوٹی سی چیونٹی کو بھی اپنے سے دور نہیں کرسکتے۔ قدم موجود ہیں مگر دھوپ سے اُٹھ کر سایہ میں نہیں جاسکتے کیوں؟ یہ ساری قوتیں ایسے کیسے مفلوج ہوگئیں؟ اس لئے کہ یہ بے جان ہیں، جسم سے روح نکل چکی ہے لیکن اگر اس پیکر میں جان آجائے تو تمام اعضاء و جوارح دوبارہ حرکت میں آجائیں گے سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوجائیں گے۔ معاشرہ میں ولایت کی اہمیت سمجھنے کے لئے یہی مثال اپنی نگاہوں کے سامنے رکھئے مردہ جسم کے بجائے انسانی معاشرہ کو مجسم کیجئے روح و جان کی جگہ ولایت کو رکھئے۔ جس معاشرہ میں ولایت نہیں ہوتی وہاں استعداد اور صلاحیتیں تو ہوتی ہیں لیکن اس سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا وہ تباہ و برباد ہوجاتی ہیں۔ یا پھر انھیں غلط مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ذہن منصوبے ضرور بناتا ہے لیکن فساد و تباہی کے منصوبے، انسان کشی، اور انسانیت سوزی کے منصوبے، استبداد، استعمار اور استحصال کی بنیادیں مضبوط بنانے کے منصوبے آنکھیں ہیں لیکن جو کچھ دیکھنا چاہئے اسے نہیں دیکھتیں۔ جن چیزوں سے چشم پوشی ضروری ہے ان ہی پر نظریں جمائے رہتی ہیں۔ کان ہیں مگر کلام حق سننے کو تیار نہیں۔ اعصاب، کلام حسن مغز تک پہنچاتے ہیں لیکن مغز اعضاء و جوارح کو مطابق حق عمل کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ اعضاء و جوارح، مطابق حق عمل کرنے کو تیار نہیں، عالمی حالات انسان کو حق کے مطابق عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ یہ ہے ولایت سے محروم معاشرہ کی حالت، ولایت سے عاری معاشرہ میں چراغ کی لَو اوپر نہیں اُٹھتی، اس کی روشنی مدّہم ہوتی جاتی ہے۔ چراغ میں موجود مختصر تیل بھی ختم ہوجاتا ہے۔ جس چراغ میں پیغمبرؐ نے تیل ڈالا تھا رفتہ رفتہ مدہم ہونے لگا اور پھر زمانہ نے دیکھا کہ وہ تیل بھی ختم ہوگیا۔ پیغمبرؐ اپنے بعد جو روشن چراغ چھوڑ کر گئے تھے جو دنیا کو منور کررہا تھا وہ رفتہ رفتہ گل ہوگیا کیوں کہ اسے ولایت کا تحفظ اور سہارا حاصل نہ تھا، تیل گندا ہوگیا، بدبودار ہوگیا، چراغ دھواں دینے لگا، نور کے بجائے ظلمت و سیاہی پھیلانے لگا یہاں تک کہ معاویہ کا زمانہ آیا اور اس نے وہ چراغ یزید کے سپرد کردیا اور دنیا نے دیکھ ہی لیا کہ یہ چراغ ہدایت و نور کن تاریکیوں میں گھِر گیا۔ وہی حالات پیش آگئے جن کے بارے میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابتدائی دنوں ہی میں مہاجر و انصار کی عورتوں کو متنبہ کردیا تھا۔ لیکن اس زمانہ کے غافل مسلمان یہ نہ سمجھ سکے۔ انھوں نے سنی ان سنی کردی۔ جناب فاطمہؑ سے پہلے رسولؐ خدا نے خبردار کیا تھا، آپ یہ منظر دیکھ رہے تھے اور لوگوں کو

ہوشیار کررہے تھے لیکن اسلامی معاشرہ نہ سمجھ سکا گویا کان بہرے ہوگئے تھے۔ آج بھی فاطمہؑ کی آواز ہمارے کانوں سے ٹکرارہی ہے۔ احساس وادراک رکھنے والے غور سے سنیں۔ ولایت سے مالا مال معاشرہ، تمام انسانی صلاحیتوں کو پروان چڑھاتا ہے۔ ان تمام استعدادوں کو جلا بخشتا ہے جو خداوندعالم نے انسان کے رشد وارتقاء کے لئے ودیعت فرمائی ہیں۔ شجر انسانیت کی آبیاری کرکے اسے بارود بناتا ہے۔ انسانوں کو منزل ارتقا سے ہم کنار کرتا ہے۔ انسانیت کو استحکام وکمال عطا کرتا ہے۔ ایسے معاشرہ میں ولی وحاکم، معاشرہ کو خدائی راستہ پر لگاتا ہے۔ معاشرہ ذکر الٰہی سے معمور ہوجاتا ہے۔ دولت وثروت، منصفانہ طریقہ سے تقسیم ہوتی ہے۔ برائیوں کی بیخ کنی اور اچھائیوں کی ترویج ہوتی ہے۔

الذین ان مکّناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ولِللہ عاقبۃ الامور۔ (حج آیت ۴۱)

وہ لوگ جنہیں اگر ہم زمین کا اقتدار سونپ دیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔ نماز یاد خدا کی علامت اور کسی معاشرہ کے الٰہی موقف کا آئینہ دار ہے۔ ''اقاموا الصلوٰۃ'' وہ نماز قائم کریں گے خدا کی جانب قدم بڑھائیں گے، خدائی احکام کے مطابق موقف اختیار کریں گے۔ ''واتوا الزکوٰۃ'' زکوٰۃ دیں گے دولت وثروت کو منصفانہ طریقہ سے تقسیم کریں گے۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کا دائرہ بہت وسیع ہے قرآنی نقطہ نظر سے ہر قسم کے مالی صدقہ وانفاق کو زکوٰۃ کہا جاسکتا ہے۔

زکوٰۃ، دولت وثروت میں توازن برقرار کرتی ہے چنانچہ روایات میں ہے کہ زکوٰۃ، دولت میں توازن قائم ہونے کا سبب ہے۔ ''**وامروا بالمعروف**'' نیکیوں کو وسعت دیں گے، ''**ونھوا عن المنکر**'' برائیوں کو مٹائیں گے بدکاریوں کی بیخ کنی کریں گے۔ ہم گمان کرتے ہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں آپ سے کہوں فلاں اچھا کام کیجئے اور فلاں برائی سے پرہیز کیجئے حالانکہ امر کرنا یا کہنا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا صرف ایک رخ ہے۔

امیرالمومنین سے کسی نے کہا آپ نے معاویہ سے کیوں جنگ کی؟ حضرت نے فرمایا اس لئے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے، خوب اچھی طرح سے غور کیجئے امامؑ صفین میں اہل شام سے جنگ کی وجہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا واجب ہونا بتارہے ہیں۔

امام حسینؑ مدینہ سے نکلتے وقت فرماتے ہیں: **ارید ان آمر بالمعروف وانھیٰ عن المنکر۔** میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے کے لئے مدینہ چھوڑ رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے کتنا وسیع ہے دائرہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اور ہماری نگاہوں میں اس کا دامن کتنا تنگ ہوگیا ہے۔

مختصر یہ کہ جب معاشرہ میں ولایت کی فرماں روائی ہوگی تو نمازیں قائم ہوں گی، زکوٰۃ ادا کی جائے گی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام پائے گا اور مردہ پیکر میں جان آجائے گی۔

☆☆☆